حافظ سیف الرحمن فاضل عربی۔ بی اے

توبہ و استغفار

صرف ذاتِ الٰہی ہی وہ ذات ہے جو ہر عیب و نقص سے پاک و منزہ ہے۔ اس کی ذات میں عیب جوئی کفر اور الحاد کے مترادف ہے۔ اس کی مخلوق خواہ نبی ہوں یا ولی، اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ ہستیاں ہوں یا اس کے پاکباز بندے سبھی اپنی ہفوات اور لغزشوں کے معترف ہیں۔ اسی لیے قرآن کریم نے بندۂ مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ مومن سے گناہ سرزد نہیں ہوتے بلکہ فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ (آل عمران)

یعنی مومن جب کوئی برائی کر بیٹھتے ہیں یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے اپنی جان پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

ایک اور مقام پر مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ۝ (آل عمران)

کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے رات کی آخری گھڑیوں میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

سورہ ذاریات میں فرمایا۔

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝

مزید برآں کتاب اللہ اور حدیثِ رسول پر غور کرنے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ گناہ کا ارتکاب مشیتِ ایزدی کے عین موافق ہے، چنانچہ ایک حدیث شریف میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا۔

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَلَجَاءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ فَيَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ (مسلم)

مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم گناہ نہیں کرو گے تو اللہ تعالےٰ تمہیں لے جائے گا اور ایسی قوم پیدا کرے گا جو گناہ کریں گے۔ پھر اللہ رب العزت سے گناہ کی معافی کی التجا کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں معافی عنایت فرمائیں گے۔

ان قرآنی آیات اور احادیثِ نبوی سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن کی یہ صفت نہیں کہ صغائر و کبائر سے کلیۃً پاک ہو اور اپنی تمام زندگی میں گناہ کی آلودگی سے محفوظ رہا ہو۔ بلکہ مومن اور کافر دونوں ہی گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ البتہ ان میں امتیازی فرق یہ ہے کہ مومن سے گناہ ہو جاتا ہے، کرتا نہیں ہے۔ اس سے بھول اور سہو ہو جاتی ہے۔ عمداً اور ارادۃً ایسا نہیں کرتا۔ پھر اس بھول پر ساری عمر نادم اور پشیمان رہتا ہے اور بار بار اپنے سابقہ گناہ کو یاد کر کے بارگاہِ ایزدی میں معافی کی درخواست کرتا ہے۔ ایک دفعہ گناہ کا مرتکب ہونے کے بعد پھر اس گناہ کے نزدیک آنے کی کوشش نہیں کرتا۔ اس کے برعکس کافر جرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ بار بار کرتا ہے۔ اور گناہ پر اصرار کرتا ہے۔ اپنے کیے پر نادم نہیں ہوتا۔ اور گناہ کو موجبِ فخر تصور کرتا ہے۔ عمداً ایسا کرتا ہے۔ گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد اسے اپنے اس فعل قبیح پر ندامت یا خفت محسوس نہیں ہوتی۔ سب سے بڑھ کر گناہوں

میں غرق ہونے کے باوجود اپنے خالقِ حقیقی کی بارگاہ میں معافی کی درخواست پیش نہیں کرتا۔

استغفار کی اہمیت

غلطی اور لغزش سرزد ہو جانے کے بعد بارگاہِ ایزدی میں سربسجود ہونا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنا اور آئندہ کے لیے ایسے فعلِ بد سے توبہ کرنا مومنوں کی ایک اعلیٰ صفت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے امتِ محمدیہ کو اور ان کے رہبرِ اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار تاکید فرمائی ہے کہ اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد)

اپنے اور مومن مرد اور عورتوں کے گناہوں کی خاطر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا ۝ (نصر)

اپنے رب کی پاکی اور حمد بیان کیجیے اور اس سے معافی مانگیے بیشک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔

سورہ مومن میں اللہ عز وجل فرماتے ہیں:

وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝

اپنی لغزش کی معافی مانگیے اور صبح و شام اپنے پروردگار کی حمد اور پاکی بیان کیجیے۔

علاوہ ازیں بیشتر مقامات پر استغفار کا ذکر ہے۔ یہاں پر یہ بات قابلِ غور و فکر ہے کہ آقائے نامدار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام زندگی عہدِ طفولیت کی ہو یا ایامِ شباب کی، مکی ہو یا مدنی تمام کی تمام ہی بے عیب اور بے داغ گزری ہے۔ امتِ محمدیہ کے تمام مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ سرورِ کائنات کی حیاتِ مبارکہ سفید چادر کی طرح بے داغ تھی۔ اور معمولی سے معمولی دھبۂ عصیاں بھی کسی نے نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ مشرکینِ مکہ آپ کے سخت ترین دشمن ہونے کے باوجود آپ کی ذاتِ گرامی پر کوئی عیب نہیں لگا سکے۔ سوا اس کے کہ آپ کو ساحر یا کاہن کا خطاب دیں۔ آپ کی امانت، شجاعت، صداقت، صبر و استقلال اور زہد و عبادت وغیرہ اس قدر تھیں کہ آپؐ کو پیکرِ صفاتِ حسنہ یا مجسمۂ اخلاقِ حسنہ کہا جائے تو پھر بھی صحیح معنوں میں آپؐ کی ستودہ

صفات کی تعریف کماحقہ ادا نہیں ہوگی۔ ہر قسم کے گناہ سے آپؐ کی ذاتِ گرامی مبرا و پاک تھی اور آپؐ معصوم عن الخطا تھے۔ اس کے باوجود خالقِ کائنات نے اپنے حبیب پاک کو بار بار استغفار کی تلقین فرمائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ دراصل بات یہ ہے کہ قرآن کریم کا اسلوب بیان اور کتابوں سے انوکھا اور نرالا ہے جب کسی حکم کی تاکید مقصود ہوتی ہے تو اس وقت امت کے علاوہ امت کے رہنما کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ اور زور دیا جاتا ہے۔ مقصود و مدعا یہ ہوتا ہے کہ یہ حکم اتنا اہم اور ضروری ہے کہ اس سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ بلکہ حکم دیا گیا کہ پہلے اپنے لیے اور پھر دیگر مومن مردوں اور عورتوں کے لیے اللہ رب العزت سے گناہوں کی معافی کے لیے التجا کیجئے۔ جب سید المرسلین کا یہ حال ہے تو عام مومنین جو شبانہ روز لغزشوں اور غلطیوں کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کے لیے استغفار کی کس قدر ضرورت ہوگی؟

استغفارِ آدمؑ

انبیائے سابقین کی سوانح عمریوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیے اور دیکھیے کہ کس طرح انہوں نے اپنے پروردگار کے آستانہ پر جھک کر اپنی غلطیوں کا اقرار کیا اور اپنی لغزشوں کی معافی مانگی۔ سب سے پہلے ابوالانبیا، حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے ایک باب پر نگاہ ڈالیے اور دیکھیے کہ شجرِ ممنوعہ کا پھل کھانے میں شیطانِ لعین کے بہکانے پر کتنی عجلت سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآنِ عزیز میں ان کے اس فعل کو عصیاں سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

عَصٰىٓ اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ۝ (طٰهٰ) حضرت آدم نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بھول گئے۔

اس غلطی کی پاداش میں انہیں لباسِ جنت سے محروم ہونا پڑا بلکہ جنت سے دیس نکالا مل گیا اور کرۂ ارض کی طرف دھکیلے گئے۔ زمین پر آکر ایک عرصۂ طویل اپنے پروردگار کی بارگاہ میں آہ و زاری کرتے ہوئے اپنی لغزش کی معافی ان الفاظ میں مانگتے رہے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

اے ہمارے پروردگار، ہم نے (شجر ممنوعہ کا پھل کھا کر گناہ کیا ہے اور) اپنی جان پر ظلم کیا ہے اگر تو نے ہمیں معافی نہ دی اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم خسارہ پانے والوں میں ہو جائیں گے

چنانچہ اللہ تعالیٰ کو ان کی تضرع اور عاجزی سے دعا کرنا اور معافی مانگنا پسند آئی اور ان کی توبہ قبول فرما کر اپنی برگزیدہ اور پسندیدہ ہستیوں میں شامل کر لیا۔

استغفارِ نوحؑ

جب طوفانِ نوح آتا ہے تو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کشتی میں سوار ہو جاتے ہیں اور اپنے بیٹے کنعان سے کہتے ہیں "بیٹا! ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہو جاؤ۔" لیکن ان کا بیٹا کشتی میں سوار ہونے سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "میں کسی پہاڑ کے دامن میں پناہ لے لوں گا۔" چنانچہ جب طوفانی امواج کی لپیٹ میں آتا ہے تو حضرت نوح علیہ السلام پدرانہ شفقت سے مغلوب ہو کر بارگاہِ ایزدی میں دعا کرتے ہیں کہ "الٰہی! میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ برحق ہے۔" اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ درخواست ناگوار گزرتی ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کو ڈانٹ آتی ہے کہ "اے نوح! یہ تیرے اہل میں شامل نہیں ہے کیونکہ اس کے اعمال صالح نہیں ہیں۔ تم میرے سامنے ایسی درخواست مت کرو۔ کسی کی غلط اور ناجائز سفارش کرنا جاہلوں کا کام ہے۔" حضرت نوح علیہ السلام اپنی غلطی کا فوراً اعتراف کرتے ہیں اور ندامت میں ڈوب کر اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی غلطی کی معذرت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (سورہ ہود)

اے باری تعالیٰ میں تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں ایسا سوال کرنے سے جس کا مجھے علم نہیں اگر تو نے مجھے معافی نہ دی اور مجھ پر رحم نہ فرمایا تو میں خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

حضرت ھود

حضرت ہود کی قوم شرک و بت پرستی میں مبتلا تھی۔ ہر قسم کے صغائر و کبائر ان کی فطرت بن چکی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام قوم کی یہ زبوں حالی دیکھ کر انہیں نصیحت فرماتے ہیں:

يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ط (سورۂ ھود)

اے میری قوم! اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور آئندہ کے لیے توبہ کرو۔

حضرت صالح

حضرت صالح علیہ السلام سب سے پہلے اپنی قوم کو دعوتِ توحید دیتے ہیں پھر جب ان کی قوم شرک اور فسق و فجور سے باز نہیں آتی تو انہیں ہدایت فرماتے ہیں۔

فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝ (سورۂ ھود)

اپنے رب سے بخشش مانگو پھر اس کی طرف توبہ تائب ہو جاؤ۔ بیشک میرا پروردگار نزدیک ہے دعائیں قبول فرماتا ہے۔

انہوں نے توبہ و استغفار کرنے کے بجائے اس اونٹنی کو — جو پہاڑ سے بطورِ معجزہ نکلی تھی اور ایک تالاب کا پانی وہ پیتی تھی اور دوسرے روز قومِ صالح کے مویشی پیتے تھے — مار ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح کو تسلی دی کہ تین روز تک انہیں متاعِ زندگی سے بہرہ مند ہو لینے دیجئے پھر ہمارا عذاب آئے گا چنانچہ ایک ہولناک چیخ سے تمام قومِ ثمود کا قلع قمع ہو گیا۔ یہ ہلاکت اور تباہی انکارِ استغفار کے باعث ہوئی۔ اگر یہ لوگ اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور گناہوں سے توبہ تائب ہو جاتے تو عذابِ الٰہی ٹل جاتا اور انہیں معافی مل جاتی۔

استغفارِ ابراہیم

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان بہت بلند اور ارفع ہے۔ ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ اگر تعمیرِ بیت اللہ کا حکم ملا تو اپنے فرزندِ ارجمند حضرت اسماعیل کو ساتھ لے کر تعمیرِ کعبہ میں مصروف ہو گئے۔ اگر اکلوتے بیٹے کی قربانی کا حکم ملا تو اس کی تعمیل میں معمولی تاخیر بھی نہیں کی۔ اگر انہیں رضائے الٰہی کی خاطر اپنی جان کی قربانی دینی پڑی تو اس سے سرمو انحراف نہیں کیا بلکہ توحیدِ الٰہی کی خاطر نمرود کی چخہ میں بصد شوق مردانہ وار کود گئے۔ انہوں نے استغفار ان الفاظ میں کی ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝

اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے والدین اور تمام مومنوں کی بخشش فرمائیے جس دن قیامت قائم ہوگی۔ —— بلکہ اپنے والد کے لیے مخصوص دعا مانگنے کا وعدہ فرمایا: لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ —— کہ میں تیرے لیے بخشش کی دعا مانگوں گا۔ (باقی آئندہ)